تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر اُستوار لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

بانی : اقتدار احمد مرحوم ۲۸ ستمبر تا ۴ اکتوبر ۲۰۰۰ء (۲۹ جمادی الثانی تا ۵ رجب ۱۴۲۱ھ) مدیر : حافظ عاکف سعید

میاں شریف اور ان کے خاندان کی خدمت میں ایک مخلصانہ مشورہ

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے حسب ذیل خط میاں محمد شریف کو بذریعہ فیکس ارسال کیا تھا:

"محترم میاں صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مسلم لیگ کے دوسرے دور حکومت کے دوران آپ نے متعدد بار میرے پاس تشریف لانے کی زحمت گوارا فرمائی۔ ان ملاقاتوں میں جو وعدے ہوئے تھے اور جن کے ایفاء کی نوبت نہ آسکی اس وقت ان کا کوئی ذکر مطلوب نہیں ہے۔ بلکہ فی الوقت آپ کی خدمت میں صرف یہ مخلصانہ مشورہ پیش کرنا مقصود ہے کہ پاکستان اور اسلام کے مستقبل کی خاطر آپ حضرات مسلم لیگ میں نئے انتخابات کرا کے پاکستان کی خالق جماعت میں جمہوری اور مشاورتی کلچر کا سنگ بنیاد رکھ دیں۔ تاکہ اس طرح پاکستان میں صحت مند سیاست کی داغ بیل پڑ سکے۔

ان شاء اللہ العزیز' یہ اقدام پاکستان اور اسلام کے لئے تو بابرکت ہو گا ہی خود آپ حضرات کیلئے بھی مفید نتائج کا حامل ہو گا۔

آپ کے علم میں ہے کہ میں نہ انتخابی سیاست کے میدان کا کھلاڑی ہوں' نہ ہی کشاکش اقتدار میں کسی کا حلیف یا حریف ہوں۔ میرا آپ کو یہ مشورہ خالصتاً نبی اکرم ﷺ کے فرمان مبارک "الدین النصیحۃ" کی تعمیل کے لئے ہے۔

چند ہفتے قبل میں نے آپ سے ملاقات کے لئے رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی تاکہ بالمشافہ آپ کی خدمت میں عرض کر سکوں مگر اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اب بھی اگر آپ مزید وضاحت کے لئے مجھے طلب فرمائیں تو بسر و چشم حاضر ہو جاؤں گا۔ فقط والسلام

خاکسار اسرار احمد عفی عنہ

اس خط کے جواب میں میاں شریف صاحب نے میاں نواز شریف کے داماد کیپٹن صفدر کو ڈاکٹر صاحب سے ملاقات اور گفتگو کے لئے بھیجا۔ جس کے دوران ڈاکٹر صاحب نے اپنی رائے کے حق میں مفصل دلائل دیئے اور بالآخر کیپٹن صاحب نے فرمایا کہ وہ یہ ساری باتیں میاں شریف صاحب کو بھی بتادیں گے۔ اور چونکہ جلد ہی وہ میاں نواز شریف سے ملاقات کے لئے بھی جانے والے ہیں چنانچہ یہ پیغام انہیں بھی پہنچا دیں گے۔

اس شمارے میں

☆ الہدیٰ اور فرمان نبویؐ 2
☆ امیر تنظیم کا خطابِ جمعہ 3
☆ مرزا ایوب بیگ کا تجزیہ 4
☆ گوشہ خلافت 6
☆ طالبان اور امریکی میڈیا 7
☆ تاثرات 8
☆ گوشہ خواتین 10
☆ کاروانِ خلافت منزل بہ منزل 11
☆ اقبال کا دیس (نظم) 12
☆ متفرقات ✪

نائب مدیر :
فرقان دانش خان

معاونین :
☆ مرزا ایوب بیگ
☆ مرزا ندیم بیگ
☆ نعیم اختر عدنان
☆ سردار اعوان

نگران طباعت :
☆ شیخ رحیم الدین

پبلشر : محمد سعید اسعد
طابع : رشید احمد چوہدری
مطبع : مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ' لاہور
مقام اشاعت : 36۔کے' ماڈل ٹاؤن لاہور
فون : 3-5869501 فیکس : 5834000
سالانہ زرِ تعاون ۔/175 روپے

شمارہ : 38

قیمت : 3 روپے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الھدیٰ

سورۂ فاتحہ (۲)

سورۂ فاتحہ کے سلیس و رواں ترجمے اور چند تمہیدی باتوں کے بعد اب ہم اس سورۂ مبارکہ کے پہلے حصے کو گہرائی میں اتر کر سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس سورۂ مبارکہ کا جزو اول تین آیات پر مشتمل ہے۔

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ ﴾

"کل شکر اور کل ثناء' اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار اور مالک ہے۔ بہت رحم فرمانے والا' نہایت مہربان' جزا و سزا کا مالک و مختار ہے۔"

الحمدللہ

اس عظیم سورۂ مبارکہ کا افتتاحی کلمہ ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ ﴾ ہے۔ یہ کلمہ نہایت عظیم اور بہت بلند مرتبت ہے۔ اس کے مفہوم کو سمجھنے سے پہلے لفظ "حمد" کے معنی کو جاننا ضروری ہے۔ عام طور پر اس کا ترجمہ "تعریف" کیا جاتا ہے لیکن لفظ "حمد" میں دو مفہوم شامل ہیں' ایک شکر اور دوسرا ثناء۔ ہم یہ بات جانتے ہیں کہ اس کائنات میں جہاں کہیں بھی کوئی مظہر حسن' مظہر جمال یا مظہر کمال ہے اس کے ضمن میں ہماری عقل سلیمہ یہی رہنمائی کرتی ہے کہ ان تمام محاسن و کمالات کا منبع اور سرچشمہ صرف اور صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذاتِ اقدس ہے۔ لہٰذا اصل ثناء اور تعریف ان اشیاء کی نہیں ہوتی بلکہ اللہ کی ہوتی ہے۔ یہ بات ہمارے ذہنوں میں ہروقت رہنی چاہئے کہ کائنات کی ہر نعمت' ہر حسن اور ہر کمال کسی کا ذاتی نہیں بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا عطا کردہ ہے' مثلاً جس طرح کسی تصویر میں اگر کوئی حسن ہے تو اس سے درحقیقت مصور کے کمال فن کی عکاسی ہوتی ہے بالکل اسی طرح اگر مخلوق میں کوئی حسن اور کمال یا کوئی خوبی ہے تو وہ حسن و کمال اور خوبی خالق کائنات کی صفات کمال کی آئینہ دار ہے۔ لہٰذا حقیقی شکر اور تعریف و ثناء کا اصل مستحق رب کائنات ہے۔

قرآن حکیم میں "الحمد للہ" کا زیادہ استعمال کلمہ شکر کے طور پر ہوا ہے۔ اسی طرح آنحضور ﷺ سے منقول دعاؤں میں بھی اظہار تشکر کے مواقع پر اکثر و بیشتر کلمہ "الحمد للہ" ہی استعمال ہوا ہے۔

اس ضمن میں ایک مثال قرآن مجید سے پیش کی جاتی ہے۔ سورۂ ابراہیم میں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بڑھاپے میں حضرت اسماعیل اور حضرت اسحٰق علیہما السلام جیسے صالح فرزند عطا فرمائے تو اس احسان پر حضرت ابراہیم کی زبان پر یہ ترانہ شکر جاری ہوا ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ ○ ﴾ (ابراہیم : ۳۹) "کل شکر اور ثناء' اللہ کے لئے جس نے مجھے بڑھاپے کے باوجود اسماعیل اور اسحٰق عطا فرمائے۔ یقیناً میرا رب دعا کا سننے والا ہے"۔

دوسری مثال اس مسنون دعا میں ہمارے سامنے آتی ہے جس کے بارے میں آنحضور ﷺ نے امت کو تلقین فرمایا کہ کھانا کھانے کے بعد بندۂ مومن کی زبان پر یہ ترانہ حمد جاری ہو جانا چاہئے : "الحمد لله الذی اطعمنی وسقانی وجعلنی من المسلمین" "تمام شکر اس اللہ کیلئے ہے جس نے مجھے کھلایا' پلایا اور مسلمان بنایا"۔

فرمان نبویؐ

قرآن کی عظمت

عن ابی سعید رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ :

((يَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْاٰنُ عَنْ ذِكْرِيْ وَمَسْاَلَتِيْ اَعْطَيْتُهُ اَفْضَلَ مَا اُعْطِي السَّائِلِيْنَ وَفَضْلُ كَلَامِ اللّٰهِ عَلٰى سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللّٰهِ عَلٰى خَلْقِهِ)) (الترمذی)

"اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو مشغول رکھا قرآن نے میرے ذکر سے اور مجھ سے سوال کرنے سے' میں اس کو بہتر عطا کرتا ہوں مانگنے والوں کی نسبت۔ اور اللہ کے کلام کی فضیلت باقی تمام کلاموں پر ایسے ہی ہے جیسے اللہ کی فضیلت اپنی مخلوقات پر"۔

تشریح ہر مسلمان پر قرآن مجید کا یہ حق بھی بنتا ہے کہ وہ اس کو پڑھنے' سمجھنے اور اس سے رہنمائی حاصل کرنے میں زیادہ سے زیادہ وقت لگائے کیونکہ یہ کلام اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے بہترین ذکر بنا کر نازل کیا [illegible] اور اس سے دعا میں بھی اصل چیز اللہ تعالیٰ کی معرفت مطلوب ہے اور یہ خوبی سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں ہے [illegible] تذکرہ۔ یہ مقولہ بھی ہے کہ کلام الملوک ملوک الکلام۔ بادشاہوں کا کلام تمام کلاموں کا بادشاہ ہوتا ہے اور یہاں تو معاملہ حقیقی بادشاہ ارض و سماء کے کلام کا ہے جو واقعی افضل ترین کلام ہے۔ جتنی کوئی چیز قیمتی ہوا تنی ہی اس کی قدر بھی مطلوب ہوتی ہے۔ ہم اس محنت سے بچنے کے لئے ذکر و اذکار اور دعاؤں کو رٹنے پر ہی اکتفا کر لیتے ہیں۔ تھوڑی سی محنت کر کے اگر عربی سیکھ لیں تو جو لذت اس کلام میں ہے وہ کہاں سے مل سکتی ہے۔ اس کلام کی عظمت کا اندازہ اس سے بھی لگائیے کہ اس کو پڑھنے پر اجر بھی ملتا ہے جو اور کسی کلام کا خاصہ نہیں ہے۔ یہ اتنا باعظمت اور پُرہیبت کلام ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اگر ہم اسے کسی پہاڑ پر نازل کر دیتے تو وہ پہاڑ دب جاتا اور ریزہ ریزہ ہو جاتا اور یہ مثال ہم اس لئے بیان کر رہے ہیں کہ انسان غور و فکر کرے" یعنی اس کلام کی عظمت اور قدر و قیمت کا اندازہ لگائیے۔ اس کا ہر ہر حرف اور کلمہ ایسا موزوں ہے کہ پوری انسانیت اس جیسی ایک سورۃ بلکہ ایک آیت بھی لانے سے عاجز ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت اور فضل ہے جو اللہ تعالیٰ نے نوع انسانی کو عطا کیا ہے۔ کاش اللہ تعالیٰ کے کلام کی قدر ہمارے دلوں میں پیدا ہو اور ہم اس کو سمجھنے اور سیکھنے کی طرف راغب ہو سکیں اور اپنا بیشتر وقت اس کا علم حاصل کرنے اور اس کو دوسروں تک پہنچانے والے بن کر بہترین انسانوں کے زمرے میں آ جائیں' کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے ((خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهُ)) "تم میں سے بہترین انسان وہ ہے جو قرآن مجید کا علم سیکھے اور دوسروں کو سکھائے"۔

ہم نے تو اپنی زندگی کے اور ہی معیارات اور پیمانے بنا رکھے ہیں۔ دنیا کے لئے وقت بھی لگاتے ہیں اور وسائل بھی۔ جبکہ قرآن کو صرف برکت کے لئے بغیر سوچے سمجھے پڑھنے کو کافی سمجھتے ہیں۔ (چوہدری رحمت اللہ بٹر' ناظم تربیت)

یہود کی اسلام دشمنی دنیا کی سب سے بڑی جنگ "الملحمة العظمٰی" پر منتج ہو گی

امریکی دانشور رابرٹ کیلان نے پاکستان اور افغانستان کو ایک یونٹ قرار دیا

ڈیفالٹ ہونے میں ہی پاکستان کی بقا ہے!

مسجد دارالسلام باغِ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۲۲ ستمبر ۲۰۰۰ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

قرآن حکیم میں یہ بات ایک سے زائد بار بیان ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک دن دنیا کے ہزار برس کے برابر ہوتا ہے۔ دنیا کے حوالے سے اللہ کی منصوبہ بندی دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک منصوبہ بندی ایک دن یعنی ہزار برس پر محیط ہوتی ہے جبکہ دوسری ہر سال لیلۃ القدر میں فرشتوں کے ذریعے دنیا میں نافذ و جاری کی جاتی ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مسند احمد اور ابوداؤد میں ایک حدیث منقول ہے کہ امت محمدؐ کی عمر ڈیڑھ دن یعنی پندرہ سو برس ہے۔ اس اعتبار سے ہم اپنی عمر کی آخری صدی میں پہنچ چکے ہیں۔ صحیح احادیث کی رو سے قیامت سے پہلے دجال' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد' ملحمہ العظمٰی' (آرمیگاڈان) اور کل روئے ارضی پر غلبہ اسلام جیسے اہم واقعات پیش آئیں گے۔ گویا یہ واقعات اب زیادہ دور کی بات دکھائی نہیں دیتے۔

امت محمدؐ سے پہلے آسمانی ہدایت اور شریعت کے حامل یہودی تھے۔ یہودیوں کو اللہ تعالیٰ نے دو دن یعنی دو ہزار برس تک امامت کے منصب پر فائز رکھا۔ پہلے ہزار برس میں ۱۴۰۰ ق م سے ۶۰۰ ق م تک' یہودیوں پر عروج و زوال کا ایک ایک دور آیا۔ دوسرے ملینیم میں یہود دوبارہ ایک ایک عروج اور زوال کے دور سے گزرے۔ لیکن یہود کی بدعملیوں اور ہٹ دھرمیوں کے باعث دوسرے ملینیم کے اختتام پر انہیں منصب امامت سے معزول کر کے امت محمدؐ کو اس اعزاز سے سرفراز کر دیا گیا جس کے باعث یہود آج تک حسد کی آگ میں جل رہے ہیں اور امت محمد کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ یہود اپنی سازشوں سے عالم عیسائیت کو تو اپنا غلام بنا ہی چکے ہیں اب وہ مسلمانوں کے گرد گھیرا تنگ کر رہے ہیں۔ صاف نظر آتا ہے کہ یہود کی یہی اسلام دشمنی بالآخر اس دنیا کی سب سے بڑی جنگ المحلمة العظمٰی یا آرمیگاڈان پر منتج ہو گی۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرمان کے مطابق یہودیوں اور مسلمانوں کی تاریخ میں حد درجے مشابہت پائی جاتی ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ کا پہلا ملینیم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے شروع ہو کر سولھویں صدی عیسوی تک جاری رہا۔ اس ہزار سال میں عربوں پر جنہیں امت مسلمہ کے نیوکلیس کی حیثیت حاصل ہے' بعینہٖ یہود کی طرح عروج و زوال کے ادوار آئے۔ دوسرے ملینیم کا آغاز اسلام کے دوسرے دور زوال سے ہوا۔ لیکن اب یہ زوال اپنے اختتام کو پہنچنے والا ہے۔ دوسرے ملینیم کی پانچویں صدی (پندرھویں صدی ہجری) کو شروع ہوئے بیس برس ہو چکے

منبر و محراب

ہیں۔ ان گزشتہ چار صدیوں میں جو حالات و واقعات پیش آئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام کا دوسرا دورِ عروج اب بہت قریب ہے۔

قیامت سے پہلے عالمی غلبہ اسلام کے لئے جو حالات پیش آنے ہیں' احادیث سے اشارہ ملتا ہے کہ ان کا آغاز اس خطے یعنی افغانستان اور پاکستان سے ہو گا۔ تاہم اللہ تعالیٰ کی مشیت میں عالمی غلبہ اسلام کے ضمن میں پاکستان کا جو کردار ہے' اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم پہلے پاکستان میں اسلامی نظام قائم کریں۔ لیکن اگر ہم نے اب بھی اسلام کی طرف پیش رفت نہ کی تو ہو سکتا ہے کہ اللہ کسی اور قوم کے ذریعے ہماری پٹائی کروا کے اسلام کا جھنڈا اس قوم کے ہاتھ میں تھما دے جیسا کہ گزشتہ ملینیم میں تاتاریوں کے ہاتھوں عربوں پر عذاب کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہی تاتاریوں کے ذریعے اسلام کا بول بالا کیا تھا۔

حالات حاضرہ

آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کے ہاتھوں مسلسل بلیک میل ہونے سے بچنے کی خاطر ایک بار جرأت و ہمت سے کام لے کر ڈیفالٹ کرنا ہی پاکستان کے لئے واحد راہِ عمل ہے۔ اگر ہم نے ڈیفالٹ نہ کیا تو تباہی و بربادی ہمارا مقدر رہو گی تاہم اس کے ساتھ اسلام کی طرف فیصلہ کن پیش قدمی کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ ہماری قوم میں ایثار اور قربانی کا جذبہ صرف حقیقی اسلام کے ذریعے ہی پیدا کیا جا سکتا ہے چنانچہ ڈیفالٹ ہونے کے بعد ہماری بقا اور معیشت کی بحالی صرف اور صرف اسلام سے وابستگی پر موقوف ہے۔

میں گزشتہ دو سالوں سے پاکستان اور افغانستان کنفیڈریشن کی جو تجویز دیتا چلا آیا ہوں جس کی بھرپور تائید ڈاکٹر جاوید اقبال کے ذریعے بھی سامنے آ چکی ہے' کم و بیش وہی بات امریکہ میں ایک دانشور رابرٹ کیلان نے اپنی کتاب "اینڈ آف ورلڈ" میں لکھی ہے کہ پاکستان نے ماضی میں جو ضرورت سے زیادہ افغانستان کے معاملات میں مداخلت کی ہے اس کی وجہ سے یہ دونوں ممالک ایک یونٹ کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔ گویا ہمارے دشمن بھی ان دونوں ممالک کو یکجان دو قالب ہی قرار دے دیا ہے۔

امریکہ کی طرف سے کھلی بے وفائی کے بعد اب ہمارے لئے اپنے خالق و مالک کی طرف رجوع کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔ اِس ضمن میں ہمیں انفرادی سطح پر تمام منکرات سے توبہ کرتے ہوئے پاکستان میں نفاذ اسلام کے لئے کمربستہ ہونا ہو گا جبکہ اجتماعی سطح پر توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ ملک سے سود اور جاگیرداری کے خاتمہ کا فی الفور اعلان کریں۔ ملک کی دم توڑتی ہوئی معیشت کی بحالی اور بیرونی قرضوں سے نجات کا واحد حل یہ ہے کہ عالمی مالیاتی اداروں کو صاف کہہ دیا جائے کہ ہم یہ سودی قسطیں ادا نہیں کر سکتے' البتہ جب آسانی ہو گی ہم تمہاری اصل رقم واپس کر دیں گے' سود کی ادائیگی کی ہمارا دین ہمیں اجازت نہیں دیتا۔ اگرچہ ایسی صورت میں ہمارے حکمرانوں کو یہ

(باقی صفحہ ۷ پر)

اہل پاکستان نے اسلام کی طرف پیش رفت نہ کی تو اللہ کسی اور قوم کے ذریعے ہماری پٹائی کروا کے اسلام کا جھنڈا اسکے ہاتھ میں تھما دیگا

بھارت پر امریکی نوازشات اور ہماری خارجہ پالیسی؟

مرزا ایوب بیگ' لاہور

اگر یہ کہا جائے کہ بھارت کے وزیر اعظم اٹل بہاری واجپائی کا دورۂ امریکہ شروع ہونے سے پہلے ہی کامیابی سے ہمکنار ہو چکا تھا تو قطعاً مبالغہ نہ ہو گا۔ اگرچہ بیمار واجپائی کی کارکردگی کسی طرح بھی قابل رشک نہیں تھی لیکن امریکی انتظامیہ اور میڈیا اس دورے کو کامیاب بنانے پر تلے ہوئے تھے۔ علاوہ ازیں بھارتی وزارت خارجہ کی شب و روز کی محنت اور مہارت رنگ لائی۔ امریکہ میں مقیم بھارتیوں نے بھی اس دورے کو کامیاب بنانے میں اہم رول ادا کیا۔ لہٰذا وزیر اعظم واجپائی کی غیر معیاری کارکردگی اور چڑچڑے پن نے بھی دورے پر منفی اثرات نہ ڈالے۔ کانگریس اور سینٹ کے مشترکہ اجلاس سے بھارت کے وزیر اعظم کو خطاب کرنے کا موقع دینے کا مطلب یہ ہے کہ امریکہ بھارت کو جنوبی ایشیا میں اولین ترجیح دے رہا ہے اور بھارت کی جمہوری قوت کو تسلیم کر رہا ہے۔

واشنگٹن ڈی سی میں گاندھی کے مجسمے کو نصب کرنے کی اجازت دینا ہی غیر معمولی بات تھی پھر نقاب کشائی کی تقریب میں صدر کلنٹن کی حاضری غیر متوقع بھی تھی اور پروٹوکول کے تحت غیر ضروری بھی۔ بھارت اور امریکہ کے درمیان سرکاری سطح پر کئی معاہدے طے پائے ہیں' ایک امریکی ٹیم دلی بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا جو دہشت گردی کے خاتمے کے لئے بھارت سے تعاون کرے گی۔ امریکی سرمایہ کاروں نے بھی بھارت میں اربوں ڈالر کی سرمایہ کاری کے وعدے کئے ہیں۔ کئی اراکین کانگرس اور سینیٹرز بھارتی وزیر اعظم سے ملاقات کا وقت لینے کے لئے کوشاں رہے جبکہ امریکی انتظامیہ کے کسی نمائندے نے چیف ایگزیکٹو آف پاکستان جنرل مشرف کی امریکہ میں موجودگی سے فائدہ اٹھانا ضروری نہ سمجھا۔

پاکستان کے عوام اور حکومت یہ سب کچھ اچنبھے اور حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستانی قوم ایک جذباتی قوم ہے' غیر حقیقی اور لایعنی جذباتیت اور چمک سے مرعوب ہونے کی صفت نے آج اس قوم کو یہ دن دکھایا ہے کہ آج اس کا ازلی دشمن بھارت اس کے ظاہری اتحادی اور دوست امریکہ کے پہلو میں دبک کر اسے صلواتیں سنا رہا ہے اور دنیا کے سامنے اسے غیر ذمہ دار' غیر مہذب اور دہشت گرد ملک ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ مقروض ملک آزاد خارجہ پالیسی کیسے اپنا سکتا ہے؟ بالکل درست ہے' لیکن سوال یہ ہے کہ قیام پاکستان کے بیس بائیس برس بعد تک ہم کونسے ایسے مقروض تھے کہ حقیقت پسندانہ اور خالصتاً پاکستان کے مفاد کو مد نظر رکھتے ہوئے خارجہ پالیسی ترتیب نہ دی جا سکی۔ بھارت بھی غیر ملکی قرضوں میں پھنسا ہوا ہے۔ امریکہ اور سوویت یونین مد مقابل سپر پاورز تھیں۔ حقیقت پسندی کا تقاضا تھا کہ اُس سپر پاورز سے تعلقات استوار کئے جاتے جو [illegible] بھی تھی جب ہم نے [illegible] سپر پاورز سے [illegible] اور [illegible] کی انتہا یہ تھی کہ امریکہ کی شہہ پر سوویت یونین کو مشتعل کرتے رہے۔ لیاقت علی خان کا روسی دعوت کو مسترد کر کے امریکہ جا پہنچنا' پشاور کے اڈے سے یو ٹو کا اڑنا' کسنجر کو خفیہ طور پر پیکنگ پہنچانا ہماری ماضی کی حکومتوں کے ایسے کارنامے تھے جن سے پاکستان نے ہمسایہ سپر پاور سے کھلم کھلا دشمنی پیدا کر لی۔ پاکستانی حکمران یہ سمجھتے تھے کہ اس طرح ہم امریکہ کی آنکھ کا تارا بن جائیں گے۔ ہم نے سب سے آنکھیں پھیر لیں اور امریکی کمرے کی مچھلی بن گئے۔ حالانکہ عالمی سیاست کی ابجد یہ ہے کہ ہر آپشن کھلا رکھو' ہر نئے واقعہ پر اپنے پتے پوری مہارت سے ترتیب دو اور ملکی مفاد میں کوئی عمل غیر متوقع نہ ہو۔

ہماری خارجہ پالیسی کی ناکامی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حکمرانوں نے سفارت خانوں میں تقرری اور تعیناتی کو دوست نوازی اور سیاسی مقاصد کے حصول کا ذریعہ بنایا ہوا ہے۔ ہمارے حکمران جس سے خوش ہو جاتے ہیں یا جسے نوازنا چاہتے ہیں اسے سفیر مقرر کر دیتے ہیں۔ لہٰذا سفیر صاحب سرکاری مراعات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سیر و سیاحت اور عیش و عشرت میں وقت گزارنا اپنا حق سمجھتے ہیں (الا ماشاء اللہ)۔ ہماری خارجہ پالیسی کی ناکامی کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ہماری حکومتیں آج کے دور میں میڈیا کی اہمیت کو سمجھنے سے بالکل قاصر ہیں۔ بھارت کھلی اور ننگی جارحیت کر کے سیاچین کے نہ صرف نومین لینڈ پر قابض ہو گیا بلکہ گلیشئر کے بہت بڑے پاکستانی حصہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ لیکن ہم واویلا کر کے دنیا کو تو کیا بتاتے ہم نے اپنوں کو بھی یہ کہہ کر خاموش کرانے کی کوشش کی کہ سیاچین پر تو گھاس بھی نہیں اگتی۔ اس کے مقابلے میں پاکستان نے کارگل کی ان چوٹیوں پر قبضہ کیا جو ۱۹۴۸ء سے ۱۹۷۲ء تک پاکستانی کشمیر کا حصہ تصور ہوتی تھیں لیکن بھارت نے وہ ہاہا اور تو تو مچائی کہ دنیا کو پاکستان ظالم اور بھارت مظلوم نظر آنے لگا۔

البتہ پاکستان کی موجودہ حکومت نے دو مواقع پر میڈیا کا صحیح اور بھرپور استعمال کیا۔ لہٰذا اس کے مثبت نتائج برآمد ہوئے۔ ایک جب بھارتی جہاز اغوا ہو کر افغانستان اترا تھا تو اس کا امرتسر کے ہوائی اڈے پر نہ روکے جانے کو پاکستان نے اتنا زیادہ اچھالا کہ بھارت دنیا کے سامنے ننگا ہو گیا اور وہ اس اغوا سے نہ کوئی سیاسی فائدہ حاصل کر سکا اور نہ دنیا کی ہمدردیاں حاصل کر سکا۔ دوسرا امریکہ کے تھنک ٹینک نے پاکستان کی تباہی اور پاکستان کا دنیا کے نقشہ سے غائب ہو جانے کا معاملہ باقاعدہ مدت کے تعین کے ساتھ ایک پیشین گوئی کے طور پر ایک رپورٹ کی صورت میں کیا تھا جس کو ایک بھارتی جریدے آؤٹ لک نے شائع کیا۔ اور یہ عین اس موقع پر کیا گیا جب واجپائی کا دورۂ امریکہ اختتام کو پہنچ رہا تھا۔ اگرچہ پاکستان کا معاشی بحران' سیاسی عدم استحکام' گروہی' نسلی اور صوبائی تعصبات کا طومار' فرقہ وارانہ کشیدگی اور پر تشدد وارداتیں علاوہ ازیں ملک میں امن و امان کی انتہائی بگڑی ہوئی صورتحال' صوبوں کا وفاق سے کھچاؤ اور قوم پرست لیڈروں کی رنگا رنگ بولیوں کو سن کر پاکستان کے انجام بخیر کی بات کوئی نہیں کر سکتا' لیکن ایسے وقت میں امریکن تھنک ٹینک کی ایسی رپورٹ اور اس کا بھارتی جریدے کے ذریعے انکشاف کوئی پیشین گوئی نہیں بلکہ بھارت اور امریکہ کی ایک مشترکہ خواہش ہے جس کا

اظہار کیا گیا ہے۔ یہ ایک ترغیب ہے جو سوچنے والوں نے قوت نافذہ رکھنے والوں کو دلائی ہے 'ایک رہنمائی اور ایک دعوت ہے جو عمل کے لئے سامنے لائی گئی ہے۔ پھر آخری حتمی اور اہم ترین بات یہ ہے کہ یہ میڈیا وار کا حصہ ہے' یہ نفسیاتی جنگ ہے جو حقیقی جنگ کا لازمی اور اولین جز بن چکی ہے۔ اس سے دشمن کے اعصاب کو درہم برہم کر دیا جاتا ہے اس میں حد درجہ کی مایوسی پیدا کر دی جاتی ہے لیکن یہ دوسرا موقع تھا کہ اس کا فوری اور دندان شکن جواب پاکستان کی طرف سے دیا گیا۔ وہ یوں کہ اگلے ہی روز ایڈورٹائزنگ کے شعبے سے منسلک ایس اے ہاشمی صاحب کی منعقد کردہ ایک تقریب میں ڈاکٹر عبدالقدیر کو لایا گیا اور انہوں نے ایسا سخت اور برہنہ جواب دیا کہ نیویارک ٹائمز جیسا اخبار چیخ اٹھا کہ ایسی سخت اور تباہ کن گفتگو نہیں ہونی چاہئے۔ ڈاکٹر صاحب نے بغیر لگی لپٹی رکھے دعوئ کیا کہ اگر اب جنگ ہوئی اور بات ایٹمی ہتھیاروں کے استعمال تک پہنچی تو میں دعوئ سے کہتا ہوں کہ پانچ منٹ کے وقفہ میں دہلی نام کا شہر اس دنیا میں نہیں ہو گا اور ہم یہ صلاحیت رکھتے ہیں کہ بھارت کے ہر ہر شہر کو تین تین بار صفحہ ہستی سے مٹادیں۔ انہوں نے دعوئ کیا کہ اگر ہم ایسا نہ کر سکے تو مجھ سمیت تمام سائنس دانوں کی گردنیں ماردی جائیں۔ انہوں نے کہا کہ ایٹمی قوت میں ہم بھارت سے دس گنا آگے ہیں۔ اصل صورت حال تو اللہ ہی جانتا ہے' بہر حال اس بیان سے تھنک ٹینک کی رپورٹ ہوا میں تحلیل ہو گئی اور کم از کم پروپیگنڈا کی سطح پر مطلوبہ نتائج برآمد نہ ہو سکے۔

آخر میں ہم یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ایٹمی قوت کسی ملک کی بقا کی ضمانت نہیں ہوا کرتی۔ سوویت یونین یقیناً پاکستان سے ہزار گنا بڑی ایٹمی قوت تھا لیکن کسی بیرونی حملے کے بغیر داخلی عدم استحکام اور بدحال معیشت اس نظریاتی مملکت کے پارہ پارہ ہونے کا سبب بنی۔ میڈیا وار یا نفسیاتی جنگ تب ہی فائدہ مند ثابت ہو سکتی ہے اگر اس کی پشت پر کچھ نہ کچھ حقیقت ہو ورنہ محض پروپیگنڈا تو ریت پر بنے ہوئے گھر کی طرح ہے جسے جب کوئی چاہے ٹھوکر مار کر گرا دے۔ تھنک ٹینک نے پاکستان کی جن کمزوریوں کا ذکر کیا ہے خصوصاً معاشی بحران' گروہی اور نسلی تصادم اور امن وامان کی بدترین صورت حال' اسے کسی قدر مبالغہ تو کہا جا سکتا ہے لیکن اس کی مکمل نفی کیسے کی جا سکتی ہے۔ لہٰذا اسلامی جمہوریہ پاکستان کو کسی ایسے انجام بد سے بچانا ہماری قومی اور دینی ذمہ داری ہے۔ یہ ملک اسلام کے نام پر بنا تھا۔ اس ملک کو بچانے اور مستحکم کرنے کی ہر کوشش دینی فریضے کی انجام دہی ہے۔ اللہ رب العزت نے اپنے کمال فضل سے ہماری قومی اور دینی ذمہ داری یکجا کر دی ہے۔ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ اگر ہم ایمان' اتحاد اور تنظیم کے سنہری اصولوں میں کامیاب ہو جائیں تو معاشی اور سیاسی استحکام حاصل کرنا مشکل نہیں ہے۔ جب ہم اندرونی طور پر مضبوط ہو جائیں گے تو دنیا کے مفادات ہماری دوستی کے متقاضی ہو جائیں گے۔ پھر ہمیں بھارت یا امریکہ کو برا بھلا کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ اجتماعی سوچ اور قومی مفاد کی خاطر والہانہ جذبہ اور لگن سے جدوجہد وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ کسی امریکی سے ایک پاکستانی نے پوچھا ہم لوگوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے اس نے کہا:

"Individually you are worderful, collectively you are Zero"

سن تو سہی ....

انفارمیشن ٹیکنالوجی۔ دو دھاری تلوار!

(اسرار عالم' انڈیا کی نئی کتاب "دجال" جلد اول سے ایک اقتباس)

عالمی قوتوں نے مسلمانوں کی ترقی کے نام پر اس امت کو اس کے اسلامی حصار سے نکال کر اس کی تعلیم' آداب' معاشرت اور معیشت کو عالمی اور باطلانہ نیٹ ورک کا پرزہ بنانے کے لئے ہلہ بول دیا ہے۔ یوں تو یہ کوشش ایک ایسے دیو کے مانند ہے جس کے سو سے زائد سر ہیں اور اس میں پایا جانے والا ہر چہرہ ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ اس کوشش کے ذریعہ کبھی اکیسویں صدی کے نام پر' کبھی ترقی کے نام پر اور کبھی دوسری قوموں سے مسابقت کے نام پر برصغیر کے مسلمان کو Cyberspace سے جوڑنے کی اور انہیں اس Electronic Superhighway پر کھڑا کرنے کی کوشش ہوتی ہے۔ سوال اس اچانک پیدا ہونے والے بے قابو جذبہ خیر خواہی کا نہیں بلکہ اس کا ہے کہ اچانک اس مہم میں کود پڑنے والے مسلمان شرفاء کو اہل مغرب کی تائید حاصل ہے اور اس کے لئے مبینہ طور پر خطیر وسائل مہیا کئے جانے کی خبر عام ہے اور یہ شرفاء والہانہ طور پر قوم کو راہ پر لانے کے لئے نکل پڑے ہیں۔

بیسویں صدی کی ابتداء سے نمودار ہونے والی امت مسلمہ کے مابین یہ مخلوق کسی ریکارڈ پلیئر (Record Player) سے ملتی جلتی ہے۔ بے حس' بے شعور مگر اپنے تفویض کردہ کام میں مستعد۔ چنانچہ اہل مغرب کبھی ایک کیسٹ لگا دیتے ہیں اور کبھی دوسرا۔ یہ پلیئر ہر کیسٹ عمدگی سے بجاتا چلا جاتا ہے۔ چنانچہ دوسری جنگ عظیم کے بعد اہل مغرب نے انہیں دو ٹیموں میں بانٹ دیا اور ان میں دو طرح کے کیسٹ لگا دیئے۔ ایک میں کینز (keynes) اور فرائیڈ (Freud) کے نغمے گائے جا رہے تھے تو دوسری طرف دوسرا کیسٹ مارکس (Marx) کے نغمے بجا رہا تھا۔ ایک طرف منصوبہ بند معیشت (Planned Economy) کی تو دوسری طرف غیر منصوبہ بند معیشت (Unplanned Economy) کی دھنیں بج رہی تھیں۔ لیکن دونوں نغموں کا خاتمہ ہیوی انڈسٹریز پر ہوتا تھا۔ اب اچانک پرانے کیسٹوں کا بجانا روک دیا گیا اور نئے کیسٹ لگا دیئے گئے۔ چنانچہ Protectionism کی جگہ Liberalisation کے اور قومی معیشت (National Economy) کی جگہ (Globalization) کے نغموں کے کیسٹ بجنے لگے۔ نہ کل ان کی سمجھ میں آیا تھا کہ IMF اور IBRD کیا ہیں نہ آج وہ اس کا شعور رکھتے ہیں کہ ان کی Restructuring کا مفہوم کیا ہے؟ ابھی وہ سانس بھی نہیں لے پائے تھے کہ انہیں IT (انفارمیشن ٹیکنالوجی) کا نیا کیسٹ دے دیا گیا ہے اور ان کی بے خودی اور وارفتگی دیدنی ہے؟ قبضہ شمشیر سے ہے باہر ہے دم شمشیر کا

پاکستان اور بھارت میں مسلمانوں کے لئے یہ کام سرکاری اور غیر سرکاری دونوں ہی سطحوں پر ہو رہا ہے۔ پاکستان میں یہ کام سب سے منظم طریقے سے اس وقت خود سرکار کے ذریعہ ہو رہا ہے اور بھارت میں غیر سرکاری طور پر ایسی ایجنسیوں کے ذریعہ جن میں مسلمان پیش پیش ہیں۔

پاکستان میں اس طرح کی منظم ترین کوشش نادرا (Nadra) کے ذریعہ ہو رہی ہے جو حال ہی میں قائم کی گئی ہے عہد حاضر میں کسی بڑے سے بڑے نیوٹرون بم کے انسانی آبادی پر گرانے سے زیادہ خطرناک یہ کام ہے۔ یہ ایک دو دھاری تلوار ہے۔ اس سے قوم کی فلاح بھی ہو سکتی ہے اور منٹوں میں اسے ذبح بھی کروایا جا سکتا ہے۔ جب تک قوم کو تین باتوں کی کماحقہ یقین دہانی نہ کرادی جائے یہ عمل قومی خودکشی کے مترادف تصور کیا جائے گا۔ شاید عالمی تناظر میں سی ٹی بی ٹی اور این پی ٹی پر دستخط کرنے سے زیادہ خطرناک وہ دو تین باتیں درج ذیل ہیں:

(۱) اس ڈیٹابیس کو اہم ترین رازوں کی طرح راز رکھا جائے گا اور کسی بھی چور دروازے سے یہ اجازت یا بلا اجازت عالمی کمپیوٹر نیٹ ورک (Computer Network) میں اسے مندرج (Down Load) نہیں کیا جا سکے گا۔

(۲) راز رکھنے کی یقین دہانی کرانے والے کیا اپنے وجود اور بقا کی یقین دہانی کرا سکتے ہیں کہ وہ ہمیشہ اس عہد کو پورا کرنے کے لئے قانونی شخص (Legal Person) کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے باقی رہیں گے۔

(۳) انہوں نے ایسے کیا کیا اقدامات کئے ہیں جن کے ذریعہ بالواسطہ یا غیر معلوم طور پر اس ڈیٹابیس کو کوئی عوام دشمن اپنے مقاصد کے لئے استعمال نہ کر لے یا کسی کو منتقل نہ کر دے۔

عہد صدیقیؓ میں غیر مسلموں کے حقوق

تحریر: ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

اسلام نے جہاں دیگر معاملات میں انسانوں کی راہنمائی کی ہے وہاں ایک مکمل نظام حکومت بھی پیش کیا ہے جس کی رو سے مسلم حکمرانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ مذہبی اختلافات کی بناء پر رعایا کے کسی بھی فرد کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی نہ کریں چنانچہ رسول مقبول ﷺ ذمیوں یعنی غیر مسلم رعایا کے حقوق کا بڑا خیال رکھتے تھے۔

حضور اکرم ﷺ کے بعد خلفائے راشدینؓ سلاطین اسلام اور امرائے سلطنت غیر مسلم رعایا کے ساتھ بڑی نرمی کا سلوک کرتے تھے اور اگر کوئی مسلمان خواہ کسی درجے اور مرتبے کا کیوں نہ ہو ذمیوں کو نقصان پہنچاتا تو اس کی انتہائی سختی کے ساتھ بازپرس کی جاتی تھی' بالخصوص جنگ کے زمانے میں غیر مسلموں کے حقوق اور ان کی حفاظت کا بڑا خیال رکھا جاتا تھا اور مفتوحہ ممالک میں غیر مسلموں کے ساتھ جو ہمدردانہ سلوک کیا جاتا تھا وہ تاریخ میں آپ اپنی مثال ہے۔

ایک عیسائی محقق تھامس میتھیو کے مطابق "رعایا پروری میں خلفائے راشدینؓ کو جو بلند مقام حاصل ہے وہ انسانی تاریخ میں کسی کو حاصل نہیں ہو سکا ہے' ان کے عہد میں مسلمانوں کی طرح غیر مسلم مستحقین پر بھی سرکاری خزانے کے دروازے کھلے رہتے تھے اور غریب غیر مسلموں کو نہ صرف جزیے کی ادائیگی ہی سے مستثنیٰ کر دیا جاتا تھا' بلکہ ان کی ضروریات کی کفالت بھی کی جاتی۔

عہد صدیقی میں اسلامی لشکر ایک بڑی مہم پر جا رہا تھا جو غیر مسلموں کی زیادتی' ظلم اور عدوان کا انتقام لینے بھیجا جا رہا تھا ان سے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "ذرا ٹھہر جاؤ' میں تم کو دس باتوں کی نصیحت کرتا ہوں۔ ان کو اچھی طرح یاد رکھو: (۱)خیانت نہ کرنا۔ (۲)نفاق نہ کرنا۔ (۳)بدعہدی نہ کرنا۔ (۴)مثلہ نہ کرنا(یعنی اعضائے جسم کو قطع نہ کرنا)۔ (۵) کبھی چھوٹے بچے کو بوڑھے مرد کو اور عورت کو قتل نہ کرنا۔ (۶) کسی کھجور کے درخت کو نہ کاٹنا اور نہ جلانا۔ (۷) کسی ثمردار درخت کو نہ کاٹنا سوائے کھانے کی ضرورت کے۔ (۸) بیکار کسی بکری کو نہ کاٹنا اور نہ اونٹ کو ذبح کرنا۔ (۹) تم کو ایسے لوگ بھی ملیں گے جو ترکِ دنیا کر کے خانقاہوں میں بیٹھ گئے ہیں۔ ان سے کوئی تعارض نہ کرنا۔ (۱۰) بعض لوگ تمہارے لئے کھانے کے خوان لائیں گے' اگر تم اس میں سے کچھ کھانا چاہو تو اللہ کا نام لے کر کھانا۔

آپؓ نے جب اسلامی فوج کو مرتدین (اسلام کو چھوڑنے والوں) سے لڑنے کے لئے روانہ کیا تو کہا "ہم نے امراء کو اس شرط پر یہ منصب دیا ہے کہ وہ دل میں اور اعلانیہ جہاں تک ہو سکے گا اللہ کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہیں گے اور مرتدین کے مقابلے میں خلوص نیت کے ساتھ پوری کوشش کریں گے اور ان سے اللہ کے لئے لڑیں گے۔ ہاں مگر اس سے پہلے ان کو اپنی اصلاح کا موقع دیں گے اور اسلام کی دعوت دیں گے تاکہ اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو ان سے کوئی تعارض نہ کیا جائے اور اگر انکار کریں تو فوراً ان پر یورش کر دی جائے یہاں تک کہ وہ پھر اسلام لے آئیں' تب ان کو ان کے حقوق اور فرائض بتائے جائیں جو ان پر واجب الادا ہو وہ وصول کیا جائے اور جس کے وہ مستحق ہوں' وہ ان کو دیا جائے۔ جو لوگ اللہ عز

گوشہ خلافت

و جل کی بات تسلیم کر کے اس کا اقرار کرتے ہیں اور پھر اللہ کے حکم سے انکار کرتے ہیں۔ (یعنی مرتد ہو جاتے ہیں) اگر وہ ہماری دعوت کو قبول کر لیں تو ان سے کوئی تعارض نہ کیا جائے۔ اگر انہوں نے نفاق سے کام لیا ہو گا تو ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ آخرت میں ان سے حساب لے لے گا' البتہ جو علانیہ طور پر اللہ کے دین کی دعوت کو روک دے اسے جہاں اور جس طرح ہو سکے ذلت سے قتل کر دیا جائے اور اسلام لانے کے سوا کوئی دوسری شرط اس سے قبول نہ کی جائے۔ جو اسلام کا اقرار کر لے اسے مسلمان سمجھا جائے اور مسلمانوں کی طرح اس کا سلوک کیا جائے۔ (طبری جلد ا' حصہ چہارم/۴۱)

وہ لوگ جنہوں نے اسلام سے غداری کی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کے ساتھ بھی رواداری کا حکم دیا سختی صرف اس کے ساتھ کرنے کی اجازت دی جو اسلامی تعلیمات کے فروغ میں سد راہ ہو۔

حضرت ابوبکرؓ انتہائی روادار شخصیت کے مالک تھے اور غیر مسلموں سے بھی ثانوی درجے کا سلوک نہیں کرتے تھے بلکہ ہمیشہ عدل اور ہمدردی کو پیش نظر رکھتے۔

جب حیرہ فتح ہوا تو وہاں کے عیسائیوں سے یہ معاہدہ بھی کیا گیا کہ ان کی خانقاہیں اور گرجے منہدم نہیں کئے جائیں گے ان کا وہ قصر (محل) نہیں گرایا جائے گا جس میں وہ ضرورت کے وقت دشمنوں کے مقابلے میں قلعہ بند ہوتے تھے۔ ان کو ناقوس اور گھنٹی بجانے کی ممانعت نہیں ہو گی۔ تہوار کے موقع پر صلیب نکالنے سے نہیں روکے جائیں گے۔

نجران کے عیسائیوں کے ساتھ رسول اللہ نے جو معاہدہ کیا تھا اس کی توثیق و تجدید میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ تحریر لکھ کر دی کہ ان کی جان' زمین' مال' عبادت گاہیں اور ان کے قبضے میں جو کچھ بھی ہے وہ اللہ کی امان اور رسول اللہ ﷺ کی پناہ میں ہے۔ انہیں نہ کوئی نقصان پہنچایا جائے گا نہ کسی تنگی میں مبتلا کیا جائے گا۔

امام ابو یوسف نے اپنی مشہور زمانہ تصنیف کتاب الخراج میں ایک اور معاہدے کا ذکر کیا ہے جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں حضرت خالد بن ولیدؓ نے عانات کے پادریوں سے کیا تھا کہ ان کے گرجے برباد نہ کئے جائیں گے وہ نماز کے اوقات کے سوا اپنے رات دن جس وقت چاہیں ناقوس بجائیں' اپنے تمام تہواروں میں صلیب نکالیں انہیں اس اجازت حاصل ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نہ صرف خود مذہبی رواداری کا مظاہرہ کیا بلکہ اپنے ماتحتوں کو بھی یہی حکم دے رکھا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی یہی مذہبی رواداری کی عظمت ہے جس کا اپنوں کے ساتھ غیروں نے بھی اعتراف کیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جس رواداری کا مظاہرہ کر کے غیر مسلموں کو اسلام کی طرف مائل کیا یہ دراصل آپ ﷺ ہی کی تعلیمات کا ثمر تھا' جو ان عظیم صحابہؓ کے لئے راہ عمل تھا۔ رواداری غیر مسلموں کے حقوق کے تحفظ اور رعایا کی بلا تفریق مذہب و ملت خدمت کے حوالے سے سیدنا صدیق اکبرؓ کا یہ تاریخ ساز کردار آج بھی اس ابدی حقیقت کا ترجمان ہے کہ اسلام دنیا کے دیگر تمام مذاہب کے مقابلے میں بلا تفریق مذہب و ملت رواداری اور انسانی حقوق کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔

انتقال پر ملال

قرآن کالج انٹرمیڈیٹ سالِ اوّل کے طالب علم قیصر محمود گزشتہ ہفتے ٹریفک حادثے میں جاں بحق ہو گئے۔ رفقاء و قارئین سے مرحوم کے لئے مغفرت اور ان کے والدین کے لئے صبر جمیل کی دعا کی درخواست ہے۔ اللّٰھم اغفرلہٗ وارحمہٗ وادخلہٗ فی رحمتک وحاسبہٗ حسابًا یسیرًا

طالبان کے بارے امریکی میڈیا ٹیم کا حقیقت پسندانہ جائزہ

تحریر : ایم طفیل

افغانستان میں طالبان حکومت کے قیام کے بعد پہلی مرتبہ مغربی ذرائع ابلاغ، بالخصوص امریکی صحافیوں کی ایک جماعت کی طرف سے افغانستان کے دورے کے بعد اپنے تاثرات کو ایسے مثبت اور حقیقت پسندانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے جس سے نہ صرف ماضی میں مغربی میڈیا کی طرف سے افغانستان کے خلاف کئے جانے والے پروپیگنڈے کی نفی ہوتی ہے بلکہ افغانستان کی موجودہ حکومت کے متعلق امریکی میڈیا کے رویئے میں ایک مثبت اور تعمیری تبدیلی کا بھی اشارہ ملتا ہے۔ اگر امریکی میڈیا ٹیم افغانستان کے دورے کے بعد چشم دید حقائق کی روشنی میں مغربی میڈیا میں افغانستان کے متعلق پائی جانے والی غیر ضروری عصبیت کو ختم یا کم کرنے میں کامیاب ہو جائے اور امریکی رائے عامہ میں خود امریکی اور دوسرے مغربی ممالک کے میڈیا کے ذریعے پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کا ازالہ کر سکے تو بلاشبہ یہ ایک ایسا تعمیری کردار ہو گا جو دونوں حکومتوں کے درمیان مثبت اور خوشگوار تعلقات کی بنیاد فراہم کر سکے گا۔

ٹیم کے ارکان نے طالبان کے خلاف چلائی جانے والی مغربی صحافیوں کی مہم کو حقائق سے بے خبری کے علاوہ جھوٹ کا پلندا اور تمام الزامات کو قطعی بے بنیاد قرار دیا ہے۔ باعث اطمینان یہ امر ہے کہ ٹیم کے ارکان کو طالبان کی طرف سے ایک ماہ کے دورے کی اجازت کے علاوہ کوئی تحریص نہیں دلائی گئی۔ ٹیم کا ایک رکن افغان جہاد کے دوران بھی متعدد مرتبہ افغانستان کا دورہ کر چکا ہے۔ ٹیم کے ارکان کا موقف یہ ہے کہ جب طالبان نے ملک کے کم و بیش ۹۰ فیصد علاقے پر تسلط قائم کر کے شہریوں کو جان و مال کا تحفظ فراہم کیا تو مغربی میڈیا نے افغانستان کے خلاف غلط پروپیگنڈہ شروع کر دیا۔ گویا طالبان کی کامیابی اور تسلط مغربی میڈیا کیلئے بھی ناقابل برداشت تھا۔ دراصل جنگ زدہ افغانستان کے حکمران طالبان کیلئے برسر اقتدار آنے کے بعد مغربی میڈیا کو جان و مال کے تحفظ کے ساتھ دور افتادہ علاقوں کے دوروں کیلئے سہولتوں کی فراہمی ممکن نہ تھی۔ اس سے بھی طالبان مخالف عنصر اور مغربی میڈیا کو غلط فہمیاں پھیلانے کا موقع ملا اور بالخصوص طالبان کی طرف سے بعض سخت گیر پالیسیوں نے بھی مغربی میڈیا کو غلط پروپیگنڈے کا موقع فراہم کر دیا۔

خود مجھے چند سال پہلے جب طالبان کی دعوت پر افغانستان جانے اور جنگ زدہ افغان معاشرے کو دیکھنے کا موقع ملا تو حقیقت یہ ہے کہ میرا یہ ایمان مزید پختہ ہو گیا کہ آئندہ احیائے اسلام اور غلبہ اسلام کا منبع و مرکز یہی سرزمین ہو گی جہاں انتہائی دگرگوں حالات میں بھی طالبان نے اسلام کا عملی نفاذ کر کے افغان جہاد کی کامیابی کو اس کے منطقی انجام تک پہنچانے کے لئے مضبوط بنیادیں رکھ دی ہیں اور جہاں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں، جہاں اطمینان قلب کی دولت میسر آتی ہے، جہاں کی فضا اسلام کی رحمتوں اور برکتوں سے معمور دکھائی دیتی ہے، جہاں حکمران اور ایک عام شہری کی زندگی اور رہن سہن میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ جہاں شہریوں کو ہر ممکن جان و مال کا تحفظ فراہم کیا گیا ہے اور اسلامی تعلیمات پر مبنی ایک پاکیزہ معاشرے کی تشکیل طالبان حکومت کا اولین مقصد ہے۔

آج کم و بیش تین سال بعد مغربی میڈیا ٹیم کے ارکان

افکار معاصر

میرے اس وقت کے مشاہدے اور توقعات کی تصدیق کر رہے ہیں اور اسلام دشمن مغربی عناصر کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کی تردید کر رہے ہیں۔ ٹیم کے ارکان نے طالبان قیادت کے سیاسی شعور و ادراک کا بھی اعتراف کیا ہے کہ افغان عوام طالبان کے دور اقتدار میں جان و مال کے تحفظ کو اپنے لئے نعمت غیر مترقبہ خیال کرتے اور اس پر پوری طرح مطمئن ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آج کے افغان معاشرے میں کوئی شخص خواہ کتنا ہی بااثر کیوں نہ ہو، ارتکاب جرم کے بعد بچ نہیں سکتا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جرائم نہ ہونے کے برابر ہیں۔ میں نے خود دورۂ قندھار کے دوران پورے شہر میں صرف ایک پولیس اہل کار کو دیکھا تھا جو ایک چوک میں ٹریفک کنٹرول کر رہا تھا۔ کسی معاشرے میں امن و سلامتی کی قابل رشک حالت کا اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہاں پولیس کا وجود نہ ہونے کے برابر ہے۔ وہاں حکمران اعلیٰ، وزراء اور دوسرے سرکاری عہدیداروں کا رہن سہن اور طرز زندگی ایک عام شہری سے کسی طرح بھی مختلف نہیں۔ میں نے افغان وزیر داخلہ، وزیر خارجہ اور ملا عمر تک کو معمولی بلکہ بوسیدہ لباس پہنے ہوئے دیکھا تو میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ اس معاشرے میں اگر کوئی شخص رات کو بھوکا سونے پر بھی مجبور ہو تو وہ حکومت سے گلہ نہیں کر سکتا کیونکہ حکمران اپنے آپ کو ایک عام غریب شہری کی سطح پر لے آئے ہیں۔ جب وزراء اور حکمران پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس ہوں تو معاشرے میں اسلامی نظام مساوات کے نفاذ کا مطالبہ کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

مغربی میڈیا افغانستان میں خواتین پر بعض پابندیوں کے خلاف مبالغہ آمیز انداز میں تنقید کرتا ہے لیکن اسے افغان معاشرے اور مزاج کا اگر صحیح ادراک ہو تو وہ یہ انداز اختیار نہیں کر سکتا۔ جنگ زدہ ملک کے عوام جو اقوام متحدہ اور عالمی برادری کی طرف سے اقتصادی اور دوسری پابندیوں کا بھی شکار ہوں انہیں اخلاقی تباہی سے بچانے کیلئے کئے جانے والے اقدامات اور ان میں کامیابی طالبان حکومت کا ایک قابل رشک کارنامہ ہے اور اس کی بڑی وجہ بھی یہ ہے کہ طالبان نے مادر پدر آزاد معاشرے کے قیام کی اجازت نہیں دی خود افغان خواتین کی اکثریت حجاب کو پسند کرتی ہے۔ جہاں تک خواتین کی تعلیم کا تعلق ہے میں نے دورۂ قندھار کے دوران مدرسہ عائشہ میں سینکڑوں طالبات کو تعلیم حاصل کرتے دیکھا جہاں مروجہ نصاب تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔

بہرحال امریکی صحافیوں کی جماعت نے ایک ماہ کے دورے کے دوران چشم دید حقائق کو جس طرح امریکہ اور دنیا کے دوسرے ممالک کے عوام کے سامنے پیش کیا ہے اس سے ماضی کے تمام پروپیگنڈے کی نفی ہوتی ہے

یہ بات مزید باعث اطمینان ہے کہ ایک طرف امریکی میڈیا کے طرز عمل میں ایک مثبت تبدیلی رونما ہوتی دکھائی دیتی ہے تو دوسری طرف امریکہ اور افغانستان کے متعلق امریکی طرز عمل میں تبدیلی کا تاثر پیدا کرتی ہیں۔

(بشکریہ : روزنامہ جنگ ۲۴ ستمبر ۲۰۰۰ء)

بقیہ : منبر و محراب

خطرہ ہے کہ ہم ڈیفالٹ ہو جائیں گے لیکن سوچنے کی بات ہے کہ ہماری موجودہ معاشی حالت اس درجے دگرگوں ہے کہ ڈیفالٹ ہونے کے بعد اس سے زیادہ بدتر ہونے کا کیا امکان ہو سکتا ہے؟ اسی طرح ہمیں ڈیفالٹ ہونے کی صورت میں اگر اپنی برآمدات اور صنعت کی تباہی کا خدشہ ہے تو ہماری ایکسپورٹ اور صنعت پہلے ہی کہاں بچی ہے جو اس کی تباہی سے خوفزدہ ہوا جائے۔ اگرچہ ڈیفالٹ ہونے کی صورت میں کچھ سختیاں تو آئیں گی لیکن ان سختیوں کا نقصان ہونے کے بجائے الٹا فائدہ ہو گا یعنی پاکستان کو اس جھٹکے سے نئی زندگی ملے گی اور وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے قابل ہو سکے گا۔ (مرتب : فرقان دانش خان)

”ڈاکٹر صاحب نے کسی قسم کے تحفظ ذہنی کے بغیر پوری جرأت کے ساتھ قیام پاکستان کے پس منظر پر روشنی ڈالی“

”ڈاکٹر اسرار نے تحریک پاکستان کے حقائق اور استحکام پاکستان کے تقاضوں کو مؤثر پیش کر کے اہم علمی و قومی فریضہ سرانجام دیا“

”پاکستان کی نظریاتی اساس“ کے موضوع پر انجمن خدام القرآن پشاور کے زیر اہتمام ہوٹل کانٹی نینٹل پشاور میں منعقدہ تقریب کے بارے میں

معروف صحافی اور کالم نگار شریف فاروق کے تاثرات

تنظیم اسلامی کے امیر‘ اقبال“ کے خوشہ چین اور قائداعظم محمد علی جناح کے فدائی انجمن خدام القرآن کے مؤسس و سرپرست ڈاکٹر اسرار احمد سال میں دو یا تین مرتبہ سرحد کے دورے پر تشریف لاتے اور اپنے دینی نظریات‘ الیکشن کی سیاست میں حصہ نہ لینے کے دعاوی کے ساتھ سیاسی تجزیوں اور مقصدی افکار سے بہرہ ور فرماتے ہیں۔ ان کے گرد ان کے جانثاروں کا چھوٹا سا حلقہ بھی بن گیا ہے جن کے سرخیل ریٹائرڈ میجر فتح محمد ہیں۔ میجر صاحب کی صدر ضیاء الحق دور میں ڈاکٹر اسرار احمد پر ”ڈیوٹی“ لگی تھی کہ وہ ان کی تقریروں کو اور خیالات کی ”چنگاریاں“ یکجا کر کے فوج کے متعلقہ حلقوں کو ان کی حدت سے مطلع کریں.... لیکن ہوا یہ کہ یہ چنگاریاں مجتمع ہو کر شعلہ بنیں تو اس شعلے کی روشنی میجر صاحب کے دل و دماغ کو ”روشن“ کر گئی اور بقول ابوالکلام آزاد......؎

لے اسیروں میں تیرے آزاد شامل ہو گیا

اور میجر صاحب ڈاکٹر صاحب کے ”حلقہ مریدان“ میں شامل ہو گئے۔

میجر صاحب ڈاکٹر اسرار احمد کے ”حلقہ اسرار“ میں ایسے شامل ہوئے کہ چہرے کو ریش مبارک سے سجایا درویشانہ لباس پہنا اور شب و روز ڈاکٹر صاحب کے افکار عام کرنے میں دیوانہ وار جٹ گئے۔ میجر فتح محمد کے علاوہ ڈاکٹر محمد اقبال صافی کی صورت میں بھی ڈاکٹر صاحب کے حصہ میں کچھ ایسے مٹھی بھر پروانے آئے ہیں جو خود للّٰہیت اور ایثار و قربانی کی آتش فروزاں میں جل کر محفل فروزاں کرتے رہتے ہیں۔ ان پروانوں میں شاید پروفیسر ڈاکٹر محمد داؤد خان بھی شامل ہو گئے کیونکہ نہ صرف وہ اس اجتماع میں ”شرکت کے متمنی“ تھے بلکہ سب سے آخری صف میں اول سے لے کر آخر تک تشریف فرما رہے‘ انہوں نے تشریف فرما تو رہنا ہی تھا کیونکہ وہ اس مجلس کے داعیوں میں سے تھے۔ ویسے ڈاکٹر صاحب کے بارے میں یہ بتانا ضروری ہے کہ وہ اگرچہ ”وزیرستان کے قبائلی“ ہیں۔ لیکن ان کا شمار پاکستان کے صف اول کے ”آئی سرجنز“ یا ”بحالی بصیرت“ کے ماہرین میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بقول ڈاکٹر رفیق جان (ایم ڈی امریکہ) ان کے ہاتھوں میں ایسی مسیحائی بخشی ہے کہ وہ آنکھوں کا پلک جھپکنے میں کامیاب آپریشن کر دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے انہیں قلب و نظر کی روشنی سے بہرہ ور فرمایا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد کے ”دیوانوں‘ پروانوں“ کی یہ کیفیت ہے کہ وہ ڈاکٹر صاحب کی فکر اقبال میں ڈھل گئے ہیں اور وہ جو بات بھی کرتے ہیں ڈاکٹر صاحب کے فکر میں ڈوب کر کرتے ہیں۔ گویا ہم کہہ سکتے ہیں....؎

تاثرات

انہیں کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی

انہیں کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی!

تاہم ان دیوانوں نے فرزانگی کی ایک محفل سجانے کا اہتمام کیا جس کا عنوان انہوں نے رکھا۔

”پاکستان اور اس کے استحکام کی واحد اساس“

یہ محفل چونکہ ایک فکری اور نظری محفل تھی اس لئے دعوت نامے پر مفصل مقصد درج تھا جس میں کہا گیا تھا.... ”یہ بات یقیناً آپ نے نوٹ کی ہو گی کہ ان دنوں دانشوروں اور خصوصاً انگریزی اخبارات کے کالم نویسوں نے ایک بار زور و شور کے ساتھ اس قسم کے خیالات کا اظہار کرنا شروع کر دیا ہے کہ نہ پاکستان کے قیام کا تعلق دین و مذہب سے تھا نہ ہی اس کے بقا اور استحکام کے لئے کسی دینی یا نظریاتی تشخص کی ضرورت ہے اور خاص طور پر قائداعظم کی ۱۱ اگست کی تقریر کے بعض جملوں سے مراد یہ لی جا رہی ہے کہ وہ پاکستان کو ایک خالص سیکولر سٹیٹ بنانا چاہتے تھے۔“ اگرچہ ڈاکٹر اسرار احمد کا یہ بڑا پسندیدہ اور مرغوب موضوع ہے اور وہ افکار اقبال اور جدوجہد قائد کے حوالوں سے بڑی جامع تقریر کرتے چلے آ رہے ہیں اور بہت کچھ لکھا بھی ہے اس لئے اس موضوع پر انہیں مکمل قدرت حاصل ہے۔ لیکن پشاور میں تحریک پاکستان مقاصد پاکستان اور نظام پاکستان کے حوالے سے ایسی مدلل تقریر کا ہونا بڑا ضروری تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ ڈاکٹر صاحب ۱۰/ اگست کو فورسیزن ہال لاہور میں اپنے انہی نظریات و افکار کا اظہار کر چکے تھے۔ اسی طرح ان کے کارکنوں نے ان کے موضوع تقریر کا پمفلٹ اور دوسرا متعلقہ لٹریچر بھی تمام حاضرین میں بلاقیمت تقسیم کرنے کا اہتمام کر رکھا تھا اس کے باوجود ڈاکٹر صاحب کا انداز تخاطب‘ فقروں کا جوش و روبست‘ کلام اقبال کا برمحل استعمال اور قائد کی تقریروں کے انگریزی اقتباسات گرمی محفل کے لئے بڑے مسحور کن ثابت ہوئے یہی وجہ تھی کہ پرل کانٹی نینٹل پشاور کے ہال میں موجود تمام حاضرین ہمہ تن گوش بیٹھے ہوئے تھے یہ تمام حاضرین پڑھے لکھے اور صاحب و صائب الرائے قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ ایسے افراد جو آراء کو منظم کرتے ہیں۔ اس سے قطع نظر واقعات و حالات کے تسلسل پر مبنی ان کی یہ تقریر سنکر جہاں ان کے حافظے اور تسلسل کی داد دینا پڑتی ہے وہیں یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ کسی بھی تحریک کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے جس ”دیوانگی“ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی جذبۂ والہانہ سے نہ صرف ڈاکٹر صاحب اور ان کے مٹھی بھر رفقاء پوری طرح سرشار ہیں بلکہ انہوں نے حاضرین کو بھی متاثر کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر اسرار احمد نے کسی قسم کے تحفظ ذہنی کے بغیر پوری جرأت سے قیام پاکستان کے پس منظر پر روشنی ڈالی۔ سوال و جواب کی مجلس میں رہی سہی کسر بھی نکال دی۔ تاہم ان کی تقریر کے حوالے سے اظہار ندرت کے باعث یہ ثابت ہوا کہ اقبال کے افکار کے شفاف ہونے کا تو یہ عالم تھا کہ اقبال اور جناح کی دوستی انسپریشن فرینڈشپ میں تبدیل ہو گئی جہاں اقبال کو

تحریک کی کامیابی کے لئے جس ”دیوانگی“ کی ضرورت ہوتی ہے‘ وہ ڈاکٹر صاحب اور ان کے رفقاء میں موجود ہے

جناح کی صورت میں "مرد حق آگاہ و حق آگاہ منزل" یعنی مین آف ڈیسٹنی دکھائی دیا وہیں جناح نے بھی اقبال کے افکار سے متاثر ہو کر یہ تسلیم کیا کہ وہ اقبال سے کسب فیض افکار و تحریک حاصل کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے ان دونوں زعماء کے فکر و عمل کے نشیب و فراز کی منازل کو مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ کے ڈانڈے خلافت راشدہ سے مشتق کرتے ہوئے تحریک پاکستان کے متعدد ادوار پر روشنی ڈالی۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کی یہ تقریر سرحد کے ان حلقوں میں کوئی اثر نہ چھوڑے گی جو تحفظ ذہنی کا شکار ہیں البتہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے قلب و نظر کی معصومیتیں عطا کر رکھی ہیں وہ ضرور اس سے استفادہ کر سکیں گے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر اسرار احمد نے تحریک پاکستان' حصول پاکستان اور استحکام پاکستان کو جس مؤثر انداز میں پیش کیا ان تمام ویکمز کے باوجود جو راقم کے نزدیک اپنی جگہ موجود تھے 'اہم علمی قومی خدمت انجام دی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے مطابق اقبال اور قائد کے فکری نظریات کا تسلسل حسب ذیل ہے:

قائد اعظم کی ۱۱/ اگست کی تقریر ۱۹۴۷ء کی تقریر سے چند جملوں کے حوالے سے جو افراد یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ قائد اعظم پاکستان کو ایک سیکولر سٹیٹ بنانا چاہتے تھے ان دو فقروں پر مبنی مرحوم جسٹس منیر نے فرام جناح ٹو پاکستان بھی بلکہ ڈالی اور اس کا حوالہ صدر کلنٹن نے بھی اپنے مختصر دورۂ پاکستان کے دوران دیا حقائق کے برعکس ہیں۔ گورنر جنرل پاکستان کی حیثیت میں یعنی بطور "چیف ایگزیکٹو" قائد اعظم نے جو کچھ کہا اس کی اساس کا چشمہ ان کی فکری عملی اپروچ نہ تو متصادم تھا اور نہ ہی اس میں کسی قسم کے سیکولرازم کا کوئی شائبہ دکھائی دیتا تھا۔ یہ محض شاعرانہ مبالغہ آرائیاں' قصہ گل و بلبل یا وصال و ہجر کی باتیں نہیں تھیں بلکہ ایک ٹھوس حقیقت تھی جسے بعد ازاں اقبال کے ذہن و فکر کی بلندیوں نے عمرانیات کے سانچے میں بھی ڈھالا۔ اقبال کی اس تصنیف کا ترجمہ حضرت مولانا ظفر علی خان نے کیا۔ یہ تصنیف خود ایک آزاد اسلامی مملکت کے تقاضوں کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اس فلسفہ اور مقاصد جلیلہ سیاست کو اقبال نے ۱۹۳۰ء کے خطبہ الٰہ آباد کی صورت میں پیش کر دیا۔ خطبہ کے مطابق اقبال کا پختہ ایمان تھا کہ اگر پاکستان معرض وجود میں نہیں آتا تو برصغیر سے مسلمانوں کے تمام نقوش معدوم ہو جائیں گے۔ قائد اعظم نے اقبال کی اسی فکر کو اختیار کیا۔ چنانچہ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء سے لے کر حصول پاکستان تک ان کے فکر میں کوئی تضاد یا تکذیب نظر نہیں آتی۔ لیکن جب قدم قدم پر مسلمانوں کے حقوق کو پامال کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ لکھنؤ پیکٹ اور جناح کے ۱۴ نکات کو مسترد کرتے ہوئے انتہا پسند فرقہ پرستوں کی طرف سے بڑے منظم طور پر ہندوستانی مسلمانوں کی "بیخ کنی" کی جانے لگی۔ پنجاب' بنگال' سندھ' پنجاب اور سرحد کے مسلم اکثریتی علاقوں میں بھی صرف ان کے حقوق ہی غصب نہ کئے جانے لگے بلکہ مسلمانوں کو شدھی اور سنگھٹن کی آریہ سماجی تحریکوں کے ذریعہ شدھ کرنے یعنی ہندو بنانے کی تحریکیں چلنا شروع ہوئیں تو اقبال کو اپنے کلام اور قائد کو اپنی سیاست کا رخ بدلنا پڑا...... اور اسلامی نظریات پر مبنی ایک آزاد مملکت پاکستان کو منزل حیات قرار دے لیا چنانچہ ۷ اجنوری ۱۹۴۶ء کو لاہور میں خواتین کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

"اگر ہم حصول پاکستان کی جدوجہد میں کامیاب نہ ہوئے تو سرزمین ہند سے مسلمان اور اسلام کا نام و نشان ہی مٹ جائے گا......"

اگر نام نہاد مغربی کالم نویسوں کو کچھ بھی شبہ ہے تو وہ قائد اعظم کی تقریر کے اس حصہ مسلم اور اسلام کے الفاظ کی طرف توجہ دے کر دیکھ لیں۔ رہی جسٹس منیر مرحوم کے فتوے کی بات تو یہ وہی جسٹس منیر تھے جنہوں نے ضرورت کو انصاف کے ایوانوں میں داخل کرتے ہوئے ملک میں جمہوری سیاست کو برباد کر کے رکھ دیا اور فوجی آمریت کیلئے مستقل جواز مہیا کر دیا۔ جنہوں نے مولوی تمیز الدین کی درخواست برائے بحالی مجلس آئین ساز کی بساط لپیٹنے کا "سنہری کارنامہ" انجام دیا اور گورنر جنرل کے غیر جمہوری جابرانہ اقدام کو جائز قرار دیا۔ قائد اعظم کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں کیلئے اس قدر منضبط تڑپ اور اس قدر واثق ایمان کے بعد یہ توقع رکھنا کہ قائد پاکستان میں کوئی غیر اسلامی نظام قائم کرنا چاہتے تھے حقائق سے کامل بے بصری یا ان لوگوں کی بدنیتی ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔

بلاشبہ ڈاکٹر اسرار احمد نے قیام پاکستان کی جو دوسری وجوہ بیان کیں ان سے جزوی اتفاق تو کیا جا سکتا ہے کلی نہیں۔ اسی طرح ان کا یہ موقف بھی جزوی طور پر درست ہے کہ پاکستان کے قیام کی بنیادی وجہ ہندو کا غلبہ اور ہندو کا خوف تھا اور نہ پورے ہندوستان میں مختلف زبانیں بولیں جاتی تھیں' مختلف نسلیں آباد تھیں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے تھے۔ یعنی برصغیر کے مسلمان صرف خوف کا شکار تھے۔ ڈاکٹر صاحب اتفاق کریں یا نہ کریں لیکن اصلاً مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ اور اس کی بنیاد وہ عملی حقائق بھی تھے' جن کے باعث برصغیر کے مسلمان یک جان و قلب تھے۔ عملاً حالت یہ تھی برصغیر کے مسلمان "جسد واحد" کی صورت اختیار کر گئے تھے اور پاکستان کے مخالف مسلمان جو بلاشبہ کسی طرح بھی دوسرے مسلمانوں سے کم تر مخلص نہیں تھے ان کا موقف تھا کہ مسلمانوں کو سوائے خدا کی ذات کے کسی کا خوف دامن گیر نہیں ہونا چاہئے' اس لئے پاکستان کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ قوم پرست مسلمان اور ہندو ماہرین اقتصادیات بڑے بڑے مضامین لکھا کرتے تھے جن میں ثابت کیا جاتا تھا کہ اقتصادی طور پر زندہ رہنے کی صلاحیتوں سے محروم ہونے کی وجہ سے پاکستان چھ ماہ سے زیادہ قائم نہیں رہ سکے گا۔ لیکن یہ تمام اندازے غلط ثابت ہوئے اور مملکت خداداد ابد الآباد تک قائم رہنے کے لئے وجود میں آئی ہے۔ اس وقت ہم جس عبوری دور سے گزر رہے ہیں اس سے حواس باختہ ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ اس کے برعکس اپنی صفوں میں ایمان و یقین کی شمعیں روشن کرتے ہوئے اقتصادی بحالی اور عصر نو کے تقاضوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے کمر ہمت باندھ لینی چاہئے۔ بشکریہ: نوائے وقت

بقیہ: گوشہ خواتین

ساتھ شمشیر و سنان سے بھی کام لینا وغیرہ جیسے واقعات اس ضمن میں بطور ثبوت پیش کئے جا سکتے ہیں کہ اگر وہ اپنی مرضی سے کسی شریف مسلم کے ساتھ نکاح کر لے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا۔ کوئی بھی شخص عورت کی رضامندی کے بغیر یا اس کی مرضی کے خلاف اس کا نکاح نہیں کر سکتا خواہ وہ یتیم لڑکیاں ہوں' بیوہ یا مطلقہ عورتوں اور ایسی تمام عورتوں کو جن کے نکاح قانوناً فسخ کئے گئے ہوں یا جن کو حکم تفریق کے ذریعہ شوہر سے جدا کیا گیا ہو نکاح ثانی کا غیر مشروط حق حاصل ہے۔ ان پر سابق شوہر یا اس کے کسی رشتے دار کا کوئی حق باقی نہیں رہتا (شوہر کے ناپسندیدہ' ظالم یا ناکارہ ہونے کی صورت میں عورت کو خلع کا حق ہے یعنی وہ اسے چھوڑ سکتی ہے) اگر شوہر ایذا رسانی کے طور پر اس کے پاس نہ جانے کی قسم کھا لے اور پھر اس طرح چار ماہ گزر جائیں اور وہ اپنے ارادہ پر قائم رہے تو وہ کسی اور پاسبان حقوق کی تلاش میں آزاد ہے۔ اپنی دولت اور شوہر سے ملنے والی مہر کی رقم کے قبضہ و تصرف میں اسے مکمل آزادی حاصل ہے۔ شادی کے موقع پر ملنے والے تحفے تحائف کی بھی وہ ہی واحد مالک ہوتی ہے۔ شوہر کے مال سے صدقہ و خیرات کا بھی اسے حق حاصل ہے۔ باپ' شوہر' اولاد اور دوسرے قریبی رشتے داروں کی وراثت میں بھی اس کا حق رکھا گیا ہے۔ وہ ایک آزاد فرد کی حیثیت سے اپنے نام پر معاہدہ' عہد نامہ یا وصیت بھی کر سکتی ہے۔ انسانیت کی بھلائی کیلئے اعلیٰ سے اعلیٰ تربیت حاصل کر سکتی ہے۔ ہر قسم کی جائز تفریح کا بھی حق رکھتی ہے۔ اپنی ازدواجی زندگی میں شوہر کیلئے اپنی کشش و جاذبیت کو فزوں تر کرنے کیلئے بیوی کی زینت و آرائش یا آراستگی اور بناؤ سنگار کو بھی اسلام مستحسن سمجھتا ہے۔ اظہار حق کیلئے خواتین کو اپنی جداگانہ تنظیم بنانے کی بھی آزادی ہے یہاں تک کہ وہ ذمہ داران حکومت کو تنبیہ کر سکتی ہیں اور رائے و مشورہ دے سکتی ہیں۔

پردہ قید نہیں، آزادی ہے

تحریر: مظہر علی ادیب

اس میں کچھ شک نہیں کہ قرآن کریم عورتوں کو عمومی حالات میں وقار اور سکون کے ساتھ اپنے گھروں ہی میں رہنے کی تاکید کرتا ہے اور "گھر" ہی کو اپنی تمام تر سرگرمیوں اور دلچسپیوں کا اولین مرکز بنانے کا حکم دیتا ہے اور شدید حاجات و ضروریات کی تکمیل کے سلسلہ میں گھروں سے باہر جانے کی صورت میں اپنے ستر کو اچھی طرح ڈھانپنے اور چہروں پر گھونگھٹ یعنی نقاب ڈالنے کی ہدایت کرتا ہے۔ قرآن حکیم انہیں اظہار زینت اور بجنے والے زیورات پہن کر گھروں سے باہر نکلنے کی بھی ممانعت کرتا ہے۔ اور غیر مردوں سے بات کرنے میں نرم انداز گفتگو اختیار کرنے سے بھی روکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی عورتوں کو گھروں سے باہر زیادہ آمد و رفت کو ایک فتنہ قرار دیا ہے۔ انہیں جہاد' اجتماعی عبادات' جنازے میں شرکت وغیرہ جیسے اہم فرائض دینی سے بھی مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ نیز قرآنی احکام کی مزید توثیق و تشریح کے طور پر آپ نے ان کو نامحرم مردوں کے ساتھ تخلیہ اور تنہائی میں رہنے سے بھی سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے اور ویسے بھی عام طور پر انہیں مردوں کی مجلس اور سوسائٹی سے اجتناب برتنے کی ہدایت کی ہے انہیں مردانہ مشاغل اختیار کرنے یا مردوں کے سے طور طریقے اور لباس وغیرہ اپنانے سے بھی سختی سے روکا ہے۔

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ مرد اور عورت جسم' ذہن اور نفسیات کے اعتبار سے ایک دوسرے سے قطعاً مختلف ہیں اور یہ کہ عورت جسماً و عقلاً مرد سے کمزور تر ہے۔ قدرت نے اپنی کمالِ حکمت سے جسمانی ساخت' ذہن اور نفسیات کے اس بنیادی فرق کے پیش نظر مردوں اور عورتوں کیلئے دائرہ عمل بھی الگ الگ مقرر کئے ہیں۔ اب اس بات کو ہر شخص تسلیم کرے گا کہ عورتوں کو ان کے فطری دائرہ عمل سے باہر نکال کر مردوں کے دائرہ عمل میں لا داخل کرنا' دوسرے لفظوں میں عورتوں کو وہ امور یا وہ فرائض سونپنا جن سے عہدہ برآ ہونے اور جن کو انجام دینے کی قدرت نے ان میں جسمانی اور عقلی صلاحیت اور قابلیت موجود نہیں ہے ان کیلئے بدترین قید' اسیری اور غلامی ہے' ان کے ساتھ سراسر ظلم اور زیادتی ہے اور ان کی حقیقی ترقی کی راہ میں ایک زبردست رکاوٹ ہے۔ پردہ عورت کو پابند خانہ بنا کر اس کی مخصوص نفسیات اور اس کی مخصوص جسمانی ساخت اور ذہن کی قوت و صلاحیت کے عین مطابق اس کو ذمہ داریاں سونپ کر اسے اس قسم کی تمام غیر فطری اور خلافِ طبیعت بندشوں' غلامیوں' رکاوٹوں اور زیادتیوں سے آزادی دلاتا ہے۔

جیسے پھول میں پاکیزگی' نکہت اور حسن میں تابانی سیرت سب سے بڑے اوصاف ہیں ویسے ہی عورت میں احساسِ نسائیت اس کا عظیم ترین وصف یا جوہر ہے۔ اسی احساس سے اس کی انفرادیت اور مقصدیت قائم ہیں۔ مردانہ تمدنی مشاغل یا نامحرم مردوں کی طویل رفاقت' معیت یا تجلیس عورت کے اس بہترین وصف کو بری طرح مجروح کر دیتے ہیں اور اسی طرح اس کی انفرادیت اور مقصدیت بھی محو ہو جاتی ہے جو یقیناً عورت کیلئے ضیاع عظیم ہے۔ علوم مادہ کے افضل ترین عالم' یورپ کے

گوشہ خواتین

سربرآوردہ مصنف ژول سلیمان اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں "جو عورت اپنے گھر سے باہر کی دنیا کے مشاغل میں شریک ہوتی ہے اس میں شک نہیں کہ وہ ایک عالم بسیط کا فرض انجام دیتی ہے مگر افسوس وہ عورت نہیں رہتی!" —— پردہ عورت کو صنف مخالف کی بے جا قربت یا رفاقت سے دور کر کے اور اسے مردانہ مشاغل کے اختیار کرنے سے باز رکھ کر اس میں گراں بہا احساسِ نسائیت کی بھرپور پرورش کرتا ہے اس کی معاشرہ میں منفرد حیثیت اور اپنی ایک جداگانہ مقصدیت کو برقرار رکھتا ہے اور اس طرح عورت کی زندگی میں ایک حقیقی معاون' مونس اور مددگار ثابت ہوتا ہے۔

انسانی نظام تمدن کے اندر اصلی مرکزی نقطہ خاندان ہے۔ خاندان معاشرہ اور معاشرے سے ریاست وجود میں آتی ہے' خاندان کا بگاڑ معاشرہ کا بگاڑ ہے اور معاشرہ کا بگاڑ ریاست کا بگاڑ ہے۔ گویا خاندان کی شیرازہ بندی ریاست کے درست نظم و ضبط کا دوسرا نام ہے اور اسی کے انتشار سے ریاست کی بد نظمی اور بے ضبطی عبارت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پورے اجتماعی اور سیاسی نظام میں سب سے زیادہ فکر خاندان ہی کے تحفظ کی کی جاتی ہے' ذرا گہری نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ خاندان کی تشکیل اور اس کی شیرازہ بندی میں بمقابلہ مرد کے عورت کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ وہ خاندان کی نہ صرف ظاہری صورت پذیری بلکہ اس کی معنوی اور روحانی صورت گری کی بھی ذمہ دار ہے۔ ظاہر ہے اگر عورت کو گھر سے جو خاندان کی اساس اور بنیادی یونٹ ہے باہر نکال دیا جائے تو خاندان کا سارا شیرازہ ہی بکھر جاتا ہے اور یہ بات براہ راست ریاست کے نظم و ضبط میں شدید خلل کا باعث بنتی ہے۔ پردے میں عورت کو شمع محفل کی بجائے چراغ خانہ بنا کر نہ صرف انسانی معاشرہ کی بنیاد "خاندان" کو مضبوط و مستحکم کیا بلکہ بالواسطہ ریاست پر بھی ایک احسان عظیم کیا ہے۔

عورت کو بے پردہ کر کے' عام مردوں سے بے حجابانہ طور پر گھلنے ملنے کی اجازت دینا اور پھر اسے پاک دامن یا عفت مآب رہنے اور اپنی نفسانی خواہشات یا صنفی داعیات کو دبا کر رکھنے پر مجبور کرنا' قعر دریا میں دامن تر نہ کرنے کی تاکید سخت ترین قسم کا مطالبہ اور قید ہے اور اسلامی پردہ عورت کو اسی سخت ترین قید اور زبردست آزمائش سے نجات دلانے کا وہ بہترین طریقہ ہے جو خود عورت کے رب نے تجویز کیا ہے جو عورت کی بھلائی کو خود عورت سے بھی زیادہ جانتا ہے۔

علاوہ ازیں "پردہ" کو ایک اور وجہ سے بھی قید' اسیری یا غلامی کے نام سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا اور وہ یہ ہے کہ اسلام اگر ایک طرف انسانی معاشرہ کو عام جنسی انارکی اور مرد اور عورت کی ازدواجی یا عائلی زندگی کو انتشار عمل سے محفوظ رکھنے کی غرض سے عورت کو عمومی طور پر پردہ نشین اور گھر کی چاردیواری ہی کے اندر رہ کر سرگرم عمل دیکھنا چاہتا ہے تو دوسری طرف (وہ عورت کو بیرون خانہ ادبی و علمی جدوجہد علمی و اجتماعی سرگرمیوں اور دیگر امور خیر میں حصہ لینے کی اجازت بھی دیتا ہے' لیکن اس اہتمام کی تاکید کے ساتھ کہ اس کی صحیح پوزیشن ہرگز خطرے میں نہ پڑے وہ عورت کو کسی صورت میں بھی گھر کی دنیا اجاڑ کر زندگی کے دوسرے گوشوں کی آرائش و زیبائش اور تعمیر میں مصروف ہونے کی اجازت نہیں دیتا۔ حضرت عائشہؓ' ام عطیہؓ' حضرت ام حبیبہؓ' حضرت صفیہؓ' حضرت فاطمہؓ' حضرت ام سلمہؓ اور دیگر خواتین اسلام کے فتاویٰ حضرت عائشہؓ کی بعض وسیع النظر اصحاب کی آراء و اجتہادات پر تنقید اور ان کا حافظ حدیث ہونا' ابو سفیان کی بیوی ہند بنت عقبہ کے شہداء پر احد کے خلاف اشعار کہنے پر ہند بنت اثاثہؓ کا شعر ہی میں ترکی بہ ترکی جواب دینا۔ آنحضرتؐ کے دور نبوت میں خواتین کا کاشتکاری' تجارت اور صنعت و حرفت میں دلچسپی لینا نیز دین کی مدافعت میں اور اس کی ترغیب کے سلسلہ میں خواتین کا زبان و بیان کے ساتھ

(باقی صفحہ ۹ پر)

کاروانِ خلافت منزل بہ منزل

امیر محترم کا واہ کینٹ میں خطاب

منگل ۲۹/ اگست کو بعد نماز مغرب امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے واہ کینٹ کے پی او ایف ہوٹل کے ہال میں ایک انتہائی فکری و تفصیلی خطاب فرمایا۔ جس کا اہتمام مقامی اسرہ کے رفقاء نے کیا۔ جس میں امیر محترم نے فرائض دینی و اخروی کامیابی کے لحاظ سے ایک مسلمان کی انفرادی و اجتماعی ذمہ داریوں کے بخوبی واضح کیا۔ آپ نے سورۃ الصف کی آیات ۸ تا ۱۱' سورۃ التوبہ کی جھنجھوڑنے والی نمبر ۲۴ اور معروف حدیث "أمرکم بخمس" کو موضوع گفتگو بنایا۔

آپ نے فرمایا کہ قیامت آنے سے پہلے پوری دنیا پر اللہ کا دین نافذ ہوگا۔ جس کی خوشخبری و اطلاع قرآن و حدیث دونوں سے ثابت ہے۔ مگر اس سے پہلے عرب کے باسیوں کو اللہ کے دین کو ٹھکرانے اور عیاشیوں میں پڑنے کی سزا "ARMAGADON" کی شکل میں ہوگی۔ اور یہ خدشہ بھی موجود ہے کہ اگر پاکستان کے مسلمانوں نے اللہ کے دین کو نافذ نہ کیا تو عین ممکن ہے کہ پاکستان بھی صفحہ ہستی سے مٹ جائے کیونکہ یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا۔ آپ نے فرمایا ان شاء اللہ ایسا نہیں ہوگا کیونکہ گذشتہ چار سو سالوں کی تاریخ گواہ ہے کہ اس کے مجدد دین پاک و ہند سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ کہ پاکستان کے آئین میں حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہوگی۔ پورا ہال سامعین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ خطاب کے اختتام پر سوال و جواب کی نشست ہوئی۔

(رپورٹ : محمد سلیم صدیقی)

اسرہ جار کے زیر اہتمام دعوتی اجتماعات

اسرہ جار کے زیر اہتمام ۲' ۳ ستمبر کو دعوتی پروگرام ہوئے۔ اسرہ خار' ماموند' اسرہ مسلم باغ اور اسرہ جار کے رفقاء نے اس دعوتی پروگرام میں کافی دلچسپی سے حصہ لیا۔ پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے علماء کرام' ڈاکٹرز' وکلاء اور مدارس عربیہ کے طلباء کو بطور خاص دعوت دی گئی تھی۔ حلقہ سرحد کے ناظم دعوت مولانا غلام اللہ خان حقانی ہفتہ کے دن باجوڑ پہنچے۔ امیر حلقہ سرحد اظہر بختیار خلجی اور ڈاکٹر محمد اقبال صافی صدر انجمن پشاور بھی اس موقع پر موجود تھے۔ ڈاکٹر صافی کی ذاتی کاوش سے باجوڑ ہسپتال کے ڈاکٹرز بعد از نماز عصر ہسپتال مسجد میں جمع ہوئے۔ مولانا حقانی نے اس موقع پر "عبادت رب" کے موضوع پر خطاب کیا۔ آپ نے عبادت رب کے انفرادی اور اجتماعی تقاضوں کو پورا نہ کرنے کی وجہ سے امت مسلمہ پر پڑنے والے عذاب کا ذکر کر کے Globle Situation سے ان کے شواہد بیان کئے۔ بعد از مغرب اسرہ جار کی جامع مسجد میں ایک بہت بڑا اجتماع ہوا۔ مولانا حقانی نے "عالمی استعمار اور اس کے مذموم مقاصد" کے موضوع پر تفصیل کے ساتھ خطاب کیا۔ پروگرام میں شرکاء کی تعداد ۲۰۰ تھی۔

اصل پروگرام "جس کے لئے رفقاء نے دور دراز علاقوں کا دعوتی دورہ کیا تھا"۔ اتوار کے روز ملا کلے مسجد میں منعقد ہوا۔ زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے حضرات نے اس پروگرام میں شرکت کی۔ مولانا حقانی نے "اسلام کی نشاۃ ثانیہ' تقاضے اور اندیشے" کے موضوع پر دو گھنٹے خطاب کیا۔ پروگرام کے بعد ظہرانے کا اہتمام نواب آف جار کے صاحبزادے جلال الدین صاحب نے کیا تھا۔ جلال الدین پروگرام میں شریک تھے۔ موصوف نویں جماعت کے طالب علم ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے کافی ذہنی صلاحیت دے رکھی ہے۔ انہوں نے ہم سے لٹریچر کا مطالعہ کیا اور تنظیم کے فکر کو سراہا۔ فیض الرحمٰن اور گل رحمٰن موصوف کو لٹریچر پہنچانے کا انتظام کریں گے۔

مولانا غلام اللہ خان حقانی نے بعد نماز ظہر علاقہ باجوڑ کے علماء کرام کے عنایت کلے میں این۔ جی۔ اوز کے خلاف جلسہ میں شرکت کی۔ جلسہ میں حقانی صاحب کا بیان عام روایتی بیانات سے ہٹ کر تھا۔ لہذا علماء کرام اور عوام الناس نے اس بیان میں کافی دلچسپی ظاہر کی۔ اس اجتماع میں تقریباً ایک ہزار افراد نے شرکت کی۔ (رپورٹ : شیر محمد)

متحدہ اسلامی انقلابی محاذ کا جلسہ اور کراچی کی انتظامیہ کا افسوسناک رویہ

کراچی (پ ر) تنظیم اسلامی حلقہ سندھ زیریں کے امیر سید محمد نسیم الدین نے کہا ہے کہ کراچی انتظامیہ کا ۱۰ ستمبر کو متحدہ اسلامی انقلابی محاذ کے جلسے کی اجازت نہ دینا افسوسناک امر ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت کی من پسند جماعتیں کھلے عام جلسے کر رہی ہیں جبکہ ایسے محاذ کو اجازت نہیں دی گئی جس کا مقصد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی کے ذریعے معاشرے کو برائیوں سے پاک کرنا ہے انہوں نے کہا کہ متحدہ اسلامی انقلابی محاذ میں شامل جماعتوں کا ریکارڈ ہے کہ انہوں نے کبھی ایسی سرگرمیوں میں حصہ نہیں لیا جس سے نقص امن کا خطرہ ہو اور نہ ہی یہ جماعتیں اقتدار کی کشمکش میں شامل ہیں۔

اسرہ بی بیوڑ شرقی غربی کا دعوتی پروگرام

مورخہ ۹ ستمبر ۲۰۰۰ء کو اسرہ بی بیوڑ شرقی اور غربی کا چار رکنی قافلہ "ممتاز بخت' عالمزیب' حسین احمد اور حمید اللہ پر مشتمل گاؤں جلوک گیا۔ نماز عصر کے بعد ممتاز بخت نے "تمام انبیاء علیہم السلام کا مقصد بعثت" کے موضوع پر خطاب کیا۔ آپ نے واضح کیا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا مقصد اللہ تعالیٰ کے مکمل بندگی اور نظام عدل و قسط کا قیام ہے۔ تقریباً ۳۵ افراد نے اس پروگرام میں شرکت کی۔ نماز مغرب کے بعد حسین احمد نے منہج انقلاب نبوی ﷺ کے موضوع پر ایک تفصیلی بیان کیا جس میں تقریباً ۴۰ افراد نے شرکت کی۔

(رپورٹ : عالم زیب)

تنظیم اسلامی صادق آباد کی دعوتی سرگرمیاں

تنظیم اسلامی صادق آباد کے زیر اہتمام یوم آزادی کے سلسلے میں ۱۸ اگست کو اسرہ شہر صادق آباد نے ایک دعوتی پروگرام بعنوان "اسلام اور پاکستان" مسلم جاوید کی رہائش گاہ پر منعقد ہوا۔ حافظ خالد شفیع صاحب کا خطاب انتہائی پراثر تھا۔ ۱۵ ستمبر کو اسرہ سیٹلائٹ ٹاؤن کی طرف سے بحیثیت مسلمان ہماری دینی ذمہ داریاں کے عنوان کے تحت کنڈرگارٹن اکیڈمی نے دعوتی پروگرام تشکیل دیا۔ پروگرام میں پچاس افراد نے شرکت کی حافظ خالد شفیع نے انتہائی جامعیت سے سامعین کو مسلمان کہلانے کے بعد اس کے تقاضے سمجھانے کی کوشش کی۔ (رپورٹ : سجاد منصور)

مردان میں شب بسری

تنظیم اسلامی حلقہ سرحد شمالی کے زیر اہتمام ماہانہ دعوتی و تربیتی پروگرام شب بسری کی صورت میں بمقام عیدگاہ جامع مسجد شمسی روڈ مردان میں ۱۳' ۱۴ اگست کو ہوا۔

پروگرام کے آغاز میں نماز عصر کے بعد قاضی فضل حکیم نے "دین و مذہب کا فرق" شرکاء کے سامنے پیش کیا۔ نماز مغرب کے بعد ناظم دعوت حلقہ سرحد مولانا غلام اللہ خان حقانی صاحب نے "ہمارے مسائل اور ان کا حل" نہایت مدلل انداز میں پیش کیا۔ بعد میں سوال و جواب کی نشست بھی ہوئی۔ نماز عشاء کے بعد حافظ ساوید احمد خان نے "جہاد فی سبیل اللہ" کی اصل تصویر پر روشنی ڈالی۔ نماز فجر کے بعد محمد عامر نے درس قرآن کے ضمن میں "سورۃ فاتحہ" کی تلاوت اور ترجمہ پیش کیا۔ مسنون دعا پر شب بسری کا یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ رپورٹ : شیر قادر)

دعائے مغفرت

حلقہ پنجاب شمالی کے سابق ناظم تربیت طفیل گوندل صاحب کی بیٹی قضائے الٰہی سے وفات پاگئی ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے۔

اقبالؒ کا دیس

تحریر : امیرالاسلام ہاشمی

دہقان تو مر کھپ گیا اب کس کو جگاؤں
ملتا ہے کہاں خوشہ گندم کہ جلاؤں
شاہیں کا ہے گنبد شاہی پہ بسیرا
کنجشک فرومایہ کو اب کس سے لڑاؤں
اقبال ترے دیس کا کیا حال سناؤں

ہر داڑھی میں تنکا ہے، ہر اک آنکھ میں شہتیر
مومن کی نگاہوں سے بدلتی نہیں تقدیر
توحید کی تلوار سے خالی ہیں نیامیں
اب ذوق یقیں سے نہیں کٹتی کوئی زنجیر
اقبال ترے دیس کا کیا حال سناؤں

شاہیں کا جہاں آج ممولے کا جہاں ہے
ملتی ہوئی ملاّ سے مجاہد کی اذاں ہے
مانا کہ ستاروں سے بھی آگے ہیں جہاں اور
شاہیں میں مگر طاقت پرواز کہاں ہے
اقبال ترے دیس کا کیا حال سناؤں

مَرمَر کی سلوں سے کوئی بے زار نہیں ہے
رہنے کو حرم میں کوئی تیار نہیں ہے
کہنے کو ہر اک شخص مسلمان ہے لیکن
دیکھو تو کہیں نام کو کردار نہیں ہے
اقبال ترے دیس کا کیا حال سناؤں

بیباکی و حق گوئی سے گھبراتا ہے مومن
مکاری و روباہی پہ اتراتا ہے مومن
جس رزق سے پرواز میں کوتاہی کا ڈر ہو
وہ رزق بڑے شوق سے اب کھاتا ہے مومن
اقبال ترے دیس کا کیا حال سناؤں

پیدا کبھی ہوتی تھی سحر جس کی اذاں سے
اس بندۂ مومن کو میں اب لاؤں کہاں سے
وہ سجدہ زمیں جس سے لرز جاتی تھی یارو!
اک بار تھا ہم چھٹ گئے اس بارِ گراں سے
اقبال ترے دیس کا کیا حال سناؤں

جھگڑے ہیں یہاں صوبوں کے ذاتوں کے نسب کے
اُگتے ہیں تہ سایۂ گل، خار غضب کے
یہ دیس ہے سب کا مگر اس کا نہیں کوئی
اس کے تن خستہ پہ تو اب دانت ہیں سب کے
اقبال ترے دیس کا کیا حال سناؤں

محمودوں کی صف آج ایازوں سے پرے ہے
جمہور سے سلطانی جمہور ڈرے ہے
تھامے ہوئے دامن ہے یہاں پر جو خودی کا
مرمر کے جئے ہے کبھی جی جی کے مرے ہے
اقبال ترے دیس کا کیا حال سناؤں

دیکھو تو ذرا محلوں کے پردوں کو اٹھا کر
شمشیر و سناں رکھی ہیں طاقوں پہ سجا کر
آتے ہیں نظر مسند شاہی پہ رنگیلے
تقدیر امم سو گئی طاؤس پہ آ کر
اقبال ترے دیس کا کیا حال سناؤں

مکاری و عیاری و غداری و ہیجان
اب بنتا ہے ان چار عناصر سے مسلمان
قاری اسے کہنا تو بڑی بات ہے یارو
اس نے تو کبھی کھول کے دیکھا نہیں قرآن
اقبال ترے دیس کا کیا حال سناؤں

کردار کا گفتار کا اعمال کا مومن — قائل نہیں ایسے کسی جنجال کا مومن
سرحد کا ہے مومن کوئی بنگال کا مومن — ڈھونڈے سے بھی ملتا نہیں قرآن کا مومن
اقبال ترے دیس کا کیا حال سناؤں